بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

جماعت اسلامی کے نصب العین کی کامیابی کا تمام تر انحصار صحیح دعوت و تبلیغ پر ہے لیکن تبلیغ کا لفظ سنتے ہی قدرتی طور پر آدمی کا ذہن ان تدبیروں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو مدتوں سے مسلمانوں میں تبلیغ دین کے لیے رائج و مقبول رہی ہیں۔ ایک زمانہ دراز کا تعامل جب کسی کام کے لیے کسی طریقۂ کار کو متعین کر دیتا ہے تو دلوں پر اس کا ایسا سکہ بیٹھ جاتا ہے کہ لوگ اس سے علیحدہ ہو کر کچھ سوچ ہی نہیں سکتے۔ وہ طریقہ اس کام کے انجام دینے کا بالکل قدرتی ذریعہ خیال کیا جانے لگتا ہے اور جو شخص بھی اس کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات آدمی اس سے بچنے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلتا ہے لیکن پھر چلتے چلتے پاؤں آپ سے آپ اسی پٹے ہوئے راستہ پر پڑ جاتے ہیں جس سے بچنے کا ارادہ کر کے وہ گھر سے نکلا تھا۔ ہم کو اکثر اس صورت حال کا تجربہ اپنے رفقاء میں ہوا۔ ہم نے وقتاً فوقتاً اس کے متعلق ہدایات شائع کر کے اس کی اصلاح کرنی چاہی لیکن بار بار کے تجربات نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ جو غلطیاں مدتوں کی مشق کے بعد پختہ ہو جاتی ہیں اجمالی تنبیہات سے ان کی اصلاح ناممکن ہے۔ اس وجہ سے نہایت ضروری ہے کہ جس طرح پوری وضاحت کے ساتھ ہم نے یہ بتا دیا ہے کہ ہم اسی دعوت کو لے کر اٹھے ہیں جس کو لے کر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام آئے تھے اسی طرح تفصیل کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیں کہ اس دعوت کو دنیا میں پھیلانے کا صحیح طریقہ جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے اختیار کیا وہ کیا ہے؟ تاکہ ایک طرف ہمارے رفقاء کو دعوت و تبلیغ کا صحیح طریقہ معلوم ہو جائے اور دوسری طرف ان حضرات کی غلط فہمیاں رفع ہو جائیں جو محض اس وجہ سے کہ ہم نے ان کے اختیار کیے ہوئے طریقوں میں سے کسی طریقہ کو پسند نہیں کیا، سمجھتے ہیں کہ ہم نہ تو تبلیغ کر رہے ہیں اور نہ تبلیغ کی ضرورت کے قائل ہیں۔

پہلے ہم تبلیغ کے مروجہ طریقوں کی غلطیوں کی طرف بالاجمال اشارہ کریں گے اس کے بعد تفصیل کے ساتھ۔

انبیائے کرام کے طریقۂ دعوت کی تشریح کریں گے۔ مروجہ طریقوں میں، ہمارے نزدیک دو طرح کی غلطیاں ہیں۔ علمی اور عملی۔ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ طریقۂ تبلیغ اپنے فلسفہ کے اعتبار سے بھی غلط ہے اور طریقۂ کار کے پہلو سے بھی غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے نام سے اب تک جتنی جدوجہد بھی کی گئی وہ بیشتر نہ صرف یہ کہ اصل مقصد کے لحاظ سے لاحاصل رہی بلکہ اس سے اسلام کی دعوت کو سخت نقصان پہنچا۔ ہم پہلے اس طریقہ کی علمی غلطیوں کی طرف اشارہ کریں گے۔

---

(۱) سب سے بڑی غلطی جو اب تک اسلام کو پیش کرنے میں کی گئی وہ یہ ہے کہ پیش کرنے والوں نے اپنا اور اسلام کا صحیح موقف نہیں سمجھا اور اسلام کو اس حیثیت سے نہیں پیش کیا جس حیثیت سے اس کو قرآن نے پیش کیا تھا۔ قرآن نے اس کو اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ ہمیشہ سے خدا کا دین یہی ہے۔ جب کبھی بھی اور جس قوم میں بھی خدا نے اپنے کسی نبی کو بھیجا اسی دین کے ساتھ بھیجا۔ قومیں خدا کے بھیجے ہوئے دین میں برابر خرابیاں پیدا کرتی رہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کے ذریعہ سے ان خرابیوں کی اصلاح کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنے آخری رسول کے ذریعہ سے اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کے اس دین کو بالکل صحیح اور مکمل صورت میں نازل کر کے اس کو ہمیشہ کے لیے ہر طرح کی آمیزش اور تبدیل وتحریف کے خطرہ سے محفوظ کر دیا۔ یہ دین قرآن مجید کی صورت میں محفوظ ہے۔ یہ کسی خاص قوم کا دین نہیں ہے بلکہ تمام بنی نوع آدم کا دین اور خدا کے تمام نبیوں کا لایا ہوا دین ہے۔ جو اس کو مانے وہ مسلم ہے اور جو نہ مانے وہ غیر مسلم ہے۔ یہ نہ تو خدا کے کسی رسول کی تکذیب کرتا نہ اس کی کسی کتاب کا انکار کرتا، نہ کسی پر اپنی مطلق فضیلت کا مدعی ہے، اس کا دعویٰ صرف یہ ہے کہ یہ تمام گزشتہ نبیوں کی تعلیم کا قابل اعتبار مجموعہ ہے اور ان کی تعلیموں کو مکمل کرتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس ہمارے مبلغوں اور مصنفوں نے اس کو مسلمانوں کے دین اور تمام ادیان کے ایک حریف کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس کی سچائی ثابت کرنے کے لیے دوسری آسمانی کتابوں کی تعلیموں کا مذاق اڑایا اور بسا اوقات اس جوش میں اس قدر حد سے بڑھ گئے کہ ان کی ان تعلیمات کا بھی مذاق اڑایا جن پر ایمان لانے کی سب سے زیادہ ذمہ داری بحیثیت مسلم اور تمام انبیاء کے مصدق ہونے کے خود ان پر عائد ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کا مقابلہ کر کے ان کو گھٹا کر دکھانے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس طرح کی مطلق ترجیح وتفضیل کی صریح ممانعت کی گئی تھی اور یہ تعلیم دی گئی تھی کہ اللہ تم

نے اپنے ہر پیغمبر کو کسی نہ کسی پہلو سے فضیلت دی ہے اور آنحضرت صلعم کی فضیلت کے جو پہلو تھے وہ تعین کے ساتھ واضح کر دیے گئے تھے اور خود حضور نے تاکید کے ساتھ ممانعت فرمائی تھی کہ دوسرے انبیاء کے مقابل میں آپ کے لیے مطلق فضیلت کا دعویٰ نہ کیا جائے۔ لیکن مسلمانوں نے اسلام اور پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اندھی بہری عصبیت قومی کے جوش کے ساتھ پیش کیا اور اس غلطی کا ارتکاب صرف عام واعظوں اور مبلغوں نے ہی نہیں کیا بلکہ ہمارے اُن بڑے بڑے مصنفین و مولفین نے کیا جن کی کتابیں مسلموں اور غیر مسلموں دونوں کے لیے اسلام کے سمجھنے کا واحد ذریعہ تھیں۔ آپ اپنے تمام بڑے بڑے مصنفوں کی وہ کتابیں اٹھا کر دیکھیے جو اسلام پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں دوسرے انبیاء اور ان کی تعلیمات کی نسبت ایسے زہر آلود فقرے آپ کو ملیں گے جن کو پڑھ کر روح کو اذیت ہوتی ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان بھی تفریق بین اللہ والرسل کی اسی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں جس میں یہود و نصاریٰ مبتلا ہو گئے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے اس طرح کی کتابوں کو عزت و احترام کے ہاتھوں لیا اور اس طرح کے واعظوں کی تقریریں واہ و تحسین کے ساتھ سنیں کیونکہ اس سے ان کے قومی کبر و غرور کو غذا ملتی ہے۔ برعکس اس کے جن لوگوں کی تحریروں اور تقریروں میں یہ چاشنی نہیں ہوتی وہ نہ تو عوام ہی میں کچھ حسن قبول حاصل کرتے نہ خواص ہی میں ان کی کچھ بہت وقعت ہوتی۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ زہر آلود تبلیغی لٹریچر پیدا کرنے میں بہت کچھ دخل ان لوگوں کو بھی ہے جنھوں نے اسلام کے خلاف بدزبانیاں کی ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی مسلمانوں ہی کی غلطی ہے کہ انھوں نے شر کا جواب شر سے دے کر شیطان کی فتنہ انگیزیوں میں اس کے ساتھ تعاون کیا۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلموں کے دلوں میں کدورت پیدا ہوئی اور انھوں نے اسلام پر اس حیثیت سے کبھی نہیں غور کیا کہ یہ ان کو انھی کی بھلائی ہوئی سچائیوں کو یاد دلانے اور انھی کے نبیوں اور رسولوں کے ورثہ کو ان کی طرف منتقل کرنے آیا ہے بلکہ اس کو ایک حریف اور رہزن کی طرح نفرت کی نگاہ سے دیکھا جو ان کے دین و دھرم کو چھین کر ان کے اوپر خود مسلط ہونا چاہتا ہے۔

---

(۲) اسلام کو پیش کرنے میں دوسری علمی غلطی یہ کی گئی کہ اس کو بحیثیت ایک نظام زندگی کے نہیں پیش کیا گیا جو زندگی کے سارے انفرادی و اجتماعی اور مابعد الطبیعی مسائل کو ایک وحدت میں پروتا اور سب کو عقل و فطرت کے مطابق حل کرتا ہے۔ بلکہ سارا زور ہمارے مبلغوں اور مناظروں نے چند ایسے مسائل پر صرف کیا جو عیسائیوں یا ہندوؤں

کے ساتھ مذہبی تصادم سے پیدا ہو گئے تھے مثلاً روح اور مادہ کے حدوث و قدم کی بحث، تناسخ کا مسئلہ، الوہیت مسیح اور تثلیث کا جھگڑا وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے مسائل سے ہر فرقہ کے تھوڑے سے پیشہ ور مناظروں کو دلچسپی ہوتی ہے جن کی اصلی کامیابی ان کے حل کرنے میں نہیں بلکہ ان کو زیادہ سے زیادہ الجھا دینے میں ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کرنا اپنی قوت و قابلیت کو ضائع کرنا اور اپنے وقت کو برباد کرنا ہے۔ لیکن ہمارے مبلغین نے زیادہ تر اسی طرح کے معرکوں میں زندگیاں بسر کر ڈالیں اور انھیں اس بات پر غور کرنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ یہ مسائل تو چند انسانوں کی دلچسپی کے ہیں اور وہ بھی ان کو حل کرنا نہیں چاہتے بلکہ الجھانا چاہتے ہیں، باقی ساری دنیا کے سامنے تو آج بالکل دوسرے ہی مسائل ہیں جن کے حل کرنے کے لیے دنیا بے چین بھی ہے اور جن کے حل ہونے ہی پر دنیا کی نجات کا انحصار ہے۔ اور جو مذہب بھی آگے بڑھ کر ان مسائل کا قابل قبول حل پیش کر دے گا وہی ساری دنیا کا مذہب بن سکتا ہے۔ ایک ایسی دنیا میں، جو اپنے ایجاد کیے ہوئے طریقوں کو آزما کر تھک چکی ہو، زندگی کے تمدنی و اجتماعی مسائل کا کوئی حل نہ پا رہی ہو، اگر اسلام کو محض چند عقائد اور چند رسوم کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مکمل نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا جاتا تو آج دنیا کا نقشہ ہی بدل جاتا لیکن ہمارے اندر سے جو حضرات تبلیغ اسلام کے مقصد سے اٹھے یا جنھوں نے اسلام پر کتابیں لکھیں شاید ان کے سامنے مذہب کا یہی تصور تھا جو صرف چند اذعانیات پر مشتمل ہے اور زندگی کے عملی مسائل سے جس کو کوئی اثباتی تعلق نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح مسیحیت کی لایعنی موشگافیوں سے دنیا کے ذہین طبقہ نے کوئی دلچسپی نہیں لی اسی طرح اسلام کے ان مسائل کی طرف بھی پڑھی لکھی دنیا نے کوئی توجہ نہیں کی، اور تبلیغ اسلام کی یہ ساری ہماہمی، رسمی مذہبیت کے تھوڑے سے پرستاروں کے اندر محدود ہو کر رہ گئی، اور اضاعت وقت کے سوا اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔

---

(۳) اس سلسلہ کی تیسری علمی غلطی یہ ہے کہ اسلام پر جو کچھ لکھا گیا وہ یا تو خالص اکیڈمک قسم کی چیزیں ہیں یا مناظرانہ طرز کی ہیں یا معذرت خواہانہ انداز کی ہیں یا پھر مکمل بحث و استدلال کے رنگ میں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی نسبت بے تکلف کہا جا سکتا ہے کہ ان میں دعوت دین کے مقصد کیلئے کوئی چیز بھی اصلاً نافع نہیں ہے۔ علمی بحثیں ان لوگوں کے لیے بے شک مفید ہیں جو اسلام کے اس پہلو پر بصیرت حاصل کرنا چاہتے ہوں جس سے وہ بحث متعلق ہے لیکن دعوت

و تبلیغ کے لیے نہ وہ لکھی جاتیں، نہ اس مقصد کے لیے ان کے اندر کوئی صلاحیت اور کشش ہوتی۔ مناظرانہ طرز کی چیزیں اولاً تو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، چند مخصوص قسم کے مسائل پر ہیں جن سے اسلام کا کوئی آئیڈیا نہیں ہوتا۔ ثانیاً ان کے اندر وہ تمام خرابیاں ہیں جو دلوں کو اسلام سے قریب کرنے کے بجائے دور کرتی ہیں۔ معذرت خواہانہ انداز کی چیزوں سے ہمارا اشارہ ان حضرات کی مذہبی تصنیفات کی طرف ہے جو یورپ سے مرعوب تھے۔ جو چیز اہل یورپ کے ہاں ممدوح قرار پا گئی، ان حضرات نے کوشش کی کہ اس کا وجود اسلام میں بھی ثابت کر دیں اگرچہ اسلام اس سے ہزاروں کوس دور ہو۔ اسی طرح جو چیز ان کے ہاں مبغوض قرار دی گئی اس کے انکار کے دلائل ان حضرات نے بھی جمع کرنے شروع کر دیے اگرچہ وہ اصول اسلام میں داخل ہو۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کمزور اور منفعل ذہنیت کے لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے نہ تو وہ اسلام کی صحیح ترجمانی ہے اور نہ اس کے اندر وہ داعیانہ اذعان و یقین ہے جو دلوں کو کھینچتا اور دماغ کو اپیل کرتا ہے۔ متکلمانہ طرز پر جو چیزیں لکھی گئی ہیں وہ ان سب سے زیادہ مایوس کن ہیں۔ متکلمین کا طرز استدلال عقل و فطرت سے سب سے زیادہ دور ہے۔ اس سے کسی مسئلہ کی گرہوں میں اضافہ تو کیا جا سکتا ہے لیکن کسی گرہ کو کھولا نہیں جا سکتا۔ یہ طرز استدلال صرف کج بحثیوں کے لیے موزوں ہے۔ اس کے اندر نہ تو دلنشینی ہے، نہ کشش ہے، نہ یہ عقل سلیم اور فطرت انسانی سے کوئی موافقت رکھتا۔ اور اسلام کو پیش کرنے کا ذریعہ اس کو بنانا لوگوں کو اسلام سے متنفر اور بدگمان کرنا ہے۔ اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا واحد طریقہ وہی تھا جو اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول نے اختیار کیا لیکن ہمارے متکلمین یونانیوں کے فلسفہ سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ انھوں نے قرآن کے طرز استدلال کی طرف نہ صرف یہ کہ سرے سے کوئی توجہ ہی نہیں کی بلکہ الٹا اس کو مطعون کیا اور حقیر ٹھیرایا۔ یہ غلطی ہمارے پرانے متکلمین نے بھی کی اور اسی غلطی کے مرتکب ہمارے نئے متکلمین ہوئے۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلموں پر اسلام کی حجت تمام کرنا تو الگ رہا خود پڑھے لکھے مسلمان بھی، جو مسلمان باقی رہنا چاہتے تھے یا کم از کم اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرانا چاہتے تھے، یہ کہنے لگے کہ اسلام بس دل سے مان لینے کی چیز ہے، عقل سے سمجھنے کی چیز نہیں ہے۔ اور جو جری اور بیباک تھے وہ علانیہ اسلام کا مذاق اڑانے اور اس کی تعلیمات کا تمسخر کرنے لگے۔ اور نام کے سوا ہر چیز میں اسلام سے بالکل آزاد ہو گئے۔

مروجہ طریقۂ تبلیغ میں عملی پہلو سے بھی کچھ کم غلطیاں نہیں ہیں۔ ان میں سے بھی بعض کی طرف ہم یہاں اشارہ کریں گے۔

(۱) پہلی عملی غلطی مسلمانوں کی شترگربگی ہے۔ شترگربگی سے مطلب یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ ایک اصولی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جس کی تعمیر اسلام اور ایمان کے اصولوں پر ہوئی ہے لیکن دوسری طرف یہ اس طرح کی تمام خصوصیات بھی رکھتے ہیں جس طرح کی خصوصیات ایک قوم میں ہوتی ہیں جو نسل و نسب یا وطن کے اشتراک یا تہذیب و معاشرت کی یکسانی سے بن جاتی ہے۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، یوم آخرت پر ایمان لائے اور معیشت و معاشرت اور اخلاق و عمل کے سارے گوشوں میں اللہ اور اس کے رسولوں کے بتائے ہوئے طریقوں کا پابند ہو۔ دوسری طرف بے شمار ایسے انسان بھی ان کے اندر شامل ہیں جو بجز اس کے کہ کسی مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہیں اور کسی طرح کا بھی اشتراک ان کے ساتھ نہیں رکھتے۔ نہ صرف یہ کہ وہ ان اصولوں پر عمل نہیں کرتے جن پر اسلامی جماعت کی تعمیر ہوئی ہے بلکہ ان کے کھلم کھلا منکر ہیں، تاہم نہ صرف یہ کہ وہ مسلمانوں کے اندر شامل ہیں بلکہ ان کی نمائندگی اور قیادت تک کرتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ اخلاق و عمل کا ایک پورا نظام پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے منحرف ہو کر کوئی شخص مسلمان نہیں باقی رہ سکتا دوسری طرف بد اخلاقی اور بدعملی کی جتنی قسمیں دوسری قوموں کے اندر پائی جاتی ہیں ان سب کے نمونے وہ خود پیش کرتے ہیں اور اس سے ان کی اسلامیت میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی۔ ایک طرف تو یہ اپنی ساری وابستگی ایک نظام حق کے ساتھ دکھاتے ہیں لیکن دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مصطفیٰ کمال تک کی پوری تاریخ کو اسلامی تاریخ بتاتے ہیں جس کا ایک بڑا حصہ اسلام کے نظام حق سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ایک طرف تو یہ مدعی ہیں کہ ہر باطل نظام سے ان کا تعلق نہ صرف منفی قسم کا ہے بلکہ اس کی مخالفت اور عداوت ان کے ایمان کا مقتضیٰ ہے لیکن دوسری طرف یہ حال ہے کہ انگریزوں کے قائم کیے ہوئے نظام باطل کے ہر شعبہ میں حصہ لینے کے لیے یہ اسی طرح بھاگ دوڑ کر رہے ہیں جس طرح اس ملک کی غیر مسلم قومیں کر رہی ہیں۔ اپنی یہ دورنگی چاہے مسلمان خود نہ محسوس کرتے ہوں لیکن دوسری قوموں کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان کی اس عجیب غریب پوزیشن پر قہقہہ نہ لگائیں۔ وہ ایک ہی جماعت کی طرف سے یہ دو متناقض دعوے سن کر حیران ہوتی ہیں اور ان میں سے اگر کسی خدا کے بندے کو اللہ کی توفیق سے اسلام کی طرف کشش بھی ہوتی ہے تو وہ یہ دیکھ کر رک جاتا ہے

کو مسلمان تو اسی طرح کی قوم ہے جس طرح کی قوم سے نکل کر وہ ان کی طرف جانا چاہتا ہے۔ پھر ایک قوم کو چھوڑ کر بالکل اسی طرح کی قوم میں داخل ہونے کے کیا معنی؟ ہماری اس دو رنگی کے باوجود اگر کوئی نیک دل غیر مسلم اسلام لاتا ہے تو یقین کرنا چاہیے کہ وہ ہماری دعوت کی وجہ سے اسلام نہیں لاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کے دین کی غلطی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا غلط ہونا بھی واضح کر دیا ہے اور وہ اسلام کو مسلمانوں سے بالکل الگ کر کے دیکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے پاک نفوس دنیا میں بہت کم ہیں۔ ورنہ وہ قوم دنیا میں اسلام کی اشاعت کیا کر سکتی ہے جس کے بے اصولے پن کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ایک بزرگ تبلیغ دین یا اشاعت علم دین کے لیے ایک ادارہ قائم کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے مسلمانوں سے روپیہ وصول کر کے سود پر چلاتے ہیں، خود ایک ہندو یا عیسائی تبلیغی کالج میں نوکر ہیں اور اپنے صاحبزادوں کو کسی آریہ یا مشن کالج میں تعلیم دلا رہے ہیں!

---

(۲) دوسری عملی غلطی یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی شاید مسیحی مشنریوں کی دیکھا دیکھی ہمیشہ تبلیغ کے لیے پست حال طبقوں ہی پر نظر رکھی حالانکہ یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ تبلیغ میں اول خطاب ان طبقات کی طرف ہونا چاہیے جن کے افکار و نظریات کی قیادت میں سوسائٹی کا نظام چلتا ہے۔ یہی لوگ دراصل کسی قوم کو بناتے ہیں یا بگاڑتے ہیں۔ اگر یہ راہ راست پر آجائیں تو سارا نظام آپ سے آپ راہ راست پر آجاتا ہے اور اگر یہ بگڑے ہوئے رہیں تو اولاً تو نیچے کے طبقات میں کوئی اصلاح واقع نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو وہ بالکل عارضی ہوتی ہے۔ ان کا منفعل مزاج بہت جلد ان خرابیوں کو پھر قبول کر لیتا ہے جن کا دباؤ اوپر کے مؤثر اور عامل طبقہ کی طرف سے پڑتا ہے۔ اس کی مثال بالکل قلب اور اعضا و جوارح کی ہے۔ اگر قلب کی اصلاح ہو جائے تو سارا جسم خود بخود تندرست ہو جاتا ہے اور اگر دل میں بیماری ہو تو اعضا و جوارح پر روغن کی مالش اور ضماد سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ عیسائی مشنریوں کے سامنے صرف اپنی تعداد بڑھانے کا سوال تھا اس وجہ سے ان کے لیے تو یہ تدبیر کارگر تھی لیکن مسلمان کے لیے صرف اضافہ تعداد کے خیال سے تبلیغ کرنا ناجائز ہے۔ ان کو تو اللہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانا اور ان کی پوری زندگی کو سنوارنا ہے اس طرح کا سنوارنا اسی وقت ممکن ہے جب پورا ماحول سنورے اور پورے ماحول کا سنورنا صرف اس صورت میں متوقع ہے جب سوسائٹی کا ذہن اور کارفرما طبقہ اصلاح قبول کرے۔ جو لوگ اجتماعیات پر تھوڑی بہت نظر رکھتے ہیں!

وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہنگامی اور انقلابی تحریکیں تو نیچے سے چل کر اوپر کے نظام کو درہم برہم کر دیتی ہیں لیکن ٹھوس اصلاحی اور عقلی دعوتیں اسی وقت جڑ پکڑتی ہیں جب اوپر سے نیچے کی طرف اثر انداز ہوں۔ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے دعوت دین کا کوئی کام کیا، خواہ مسلمانوں کے اندر یا ان سے باہر، انھوں نے بالعموم یہ غلطی کی کہ اپنی نظر ہمیشہ پست حال طبقوں کی طرف رکھی اور ان کو کلمہ پڑھا کر یا نماز سکھا کر انھوں نے سمجھا کہ ان کی اصلاح ہو گئی۔ بے شبہ اس طرح سے بعض جزئی اصلاحیں تو ہو جاتی ہیں لیکن زندگی بحیثیت مجموعی نہ کوئی تبدیلی قبول کرتی نہ قبول کر سکتی ہے۔ جب آب و ہوا بحیثیت مجموعی خراب ہو تو مریضوں کے علاج سے زیادہ اسباب مرض کے استیصال کی کوشش کرنی چاہیے اور ان گندے نالوں کو بھرنا چاہیے جو جراثیم کو پھیلاتے اور ہوا کو خراب کرتے ہیں۔ اس کے بغیر جو اصلاح بھی ہوتی ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ رہے تو ایک شخص ایسے مقام پر جہاں طاعون اور ہیضہ کی وبا پھیلی ہوئی ہے لیکن اس کو ٹیکہ لگا دیا جائے۔ یہ ٹیکہ عارضی طور پر ممکن ہے مفسد اثرات کا کچھ دنوں تک مقابلہ کرے لیکن تابکے! یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیائے کرامؑ، جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے معلوم ہوگا، کبھی عام لوگوں کو پہلے خطاب نہیں فرمایا بلکہ سوسائٹی کے کارفرما عناصر کی ذہنیتوں کو تبدیل کرنے کی کوشش فرمائی۔ اور ان کی اصلاح کو عوام کی اصلاح کا ذریعہ بنایا۔

---

(۳) تیسری عملی غلطی یہ ہے کہ مسلمانوں نے تبلیغ کا ذریعہ صرف الفاظ کو بنایا۔ حقیقی اسلامی زندگی کا عملی مظاہرہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ مجرد اسلام کے اصولوں کی خوبی کی وجہ سے تو صرف تھوڑے سے ذہین اور غیر معمولی اخلاقی جرأت رکھنے والے لوگ ایمان لا سکتے ہیں، دنیا کا بڑا حصہ تو اسی وقت ان اصولوں کی سچائی کا اقرار کرے گا جب عملی زندگی کے اندر ان کو ابھرتا اور اچھے نتائج پیدا کرتا ہوا دیکھے گا۔ لیکن ہمارے یہاں عرصے سے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جو جدوجہد کی گئی ہے اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ہمارے خوش بیان واعظوں، پرجوش مبلغوں، اور انشا پرداز مصنفوں نے دنیا کو اسلامی زندگی کی خیالی فردوس کی سیر کرائی۔ اور لطف یہ کہ ایک طرف یہ حضرات اسلام کے تمدنی و اجتماعی برکات کی تعریف میں آسمان و زمین کے قلابے ملاتے رہے اور دوسری طرف پوری اسلامی سوسائٹی اپنے اندر تمام مفاسد جاہلیت کو لیے ہوئے، ان کے دعاوی کی تکذیب کرتی رہی۔ اور چونکہ عمل کی خاموش زبان دعویٰ کی ناطق زبان سے زیادہ موثر ہے اس وجہ سے یہ سارے وعظ فضا میں گم ہو گئے اور دنیا ٹس سے مس نہ ہوئی۔

اگر مجرد لفاظی کو چھوڑ کر خدا کے کچھ بندوں نے اس بات کی کوشش کی ہوتی کہ جن اصولوں پر وہ ایمان لاتے ہیں انھی اصولوں پر ایک سوسائٹی کی تعمیر کریں تو اس کوشش میں ناکام ہو کر بھی وہ دعوتِ اسلام کی اس سے بدرجہا شاندار خدمت انجام دے سکتے تھے جو انھوں نے اپنے وعظوں اور لکچروں میں کامیاب ہو کر انجام دی۔ اسلام کو فرد اور جماعت اور ساری دنیا کے لیے خیر و برکت ثابت کرنے کے لیے نہ تنہا یہ چیز کافی ہو سکتی کہ عہدِ ماضی کے کچھ واقعات لوگوں کو سنا دیے جائیں اور نہ یہی بات کچھ مفید ہے کہ اس کے عقلی امکانات پر مضامین لکھے جائیں اور تقریریں کی جائیں۔ اس کا واحد طریقہ صرف یہ تھا کہ اسلام کے اصولوں پر ایمان لانے والی جماعت اجتماعی صورت میں ان اصولوں کا مظاہرہ کرتی۔ افسوس ہے کہ سب کچھ ہوا مگر یہی بات نہیں ہوئی۔

---

(۴) چوتھی غلطی یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی تبلیغِ دین کیلئے بعض اسی طرح کے اوچھے طریقے اختیار کیے جس طرح کے اوچھے طریقے عیسائی مشنری یا آریے استعمال کر رہے ہیں۔ عیسائیوں نے دنیا کے گرے ہوئے طبقات کو جن ترغیبات یا ترہیبات سے عیسائی بنایا انھی طریقوں کو مسلمانوں نے اپنانا چاہا۔ جو ہتھکنڈے آریے استعمال کرتے تھے، مسلمان بھی بے تکلف ان کے استعمال کرنے پر اتر آئے۔ مناظروں میں جو زبان درازیاں، رکیک پھبتیاں اور دھینگا مشتیاں دوسروں نے کیں، مسلمان بھی ان میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر کسی لالچ میں آ کر یا کسی غلط فہمی میں پڑ کر آریہ ہو گیا تو آریوں نے اپنی فتح کا ڈنکا بجایا۔ اسی طرح اگر کسی ہندو نے اسلام کا اظہار کر دیا تو مسلمانوں نے اس کو آسمان پر چڑھانے کی کوشش کی۔ نادان بچوں کو بہکانا اور بھگا لیجانا جس طرح دوسروں کے یہاں اشاعتِ دین کے پروگرام کا ایک جز تھا اسی طرح مسلمان بھی ان چیزوں کو جائز سمجھنے لگ گئے۔ اگر نفس کے ہیجان سے کوئی ہندو عورت کسی بے قید مسلمان کے ساتھ بھاگ کھڑی ہوئی تو ساری قوم نے اس کو اپنا مسئلہ بنا لیا اور اس طرح کی بے حیائی اور آوارگی بھی نصرتِ دین میں داخل ہو گئی۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی بد اخلاق عورتوں اور آوارہ منش مردوں نے تبدیلِ دین کو ایک پیشہ بنا لیا۔ صبح کو وہ اسلام کا اعلان کر کے مسلمانوں کے کندھوں پر سوار ہوتے اور شام کو اپنے آریہ یا عیسائی

ہونے کا اعلان کرکے آریوں یا عیسائیوں سے روپے اینٹھتے۔ جس زمانہ میں شدھی سنگٹھن کا زور تھا ایک بزرگ نے دلی کی "مسلمان رنڈیوں" تک کو بھی ڈھیل دی تھی کہ وہ اپنے غیر مسلم آشناؤں پر تبلیغ اسلام کیا کریں۔ ان حرکتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلموں کی نظروں میں اسلام بالکل بے وقعت ہو گیا۔ وہ یہ سمجھنے لگ گئے کہ یہ بھی دنیا کا ایک کاروبار اور تعداد بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے جس کو محض عوام فریبی کے لیے مسلمان اللہ کے دین کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھنے میں وہ بالکل حق بجانب تھے کیونکہ جس مقصد سے اور جن طریقوں سے وہ یہ کام کر رہے تھے جب اسی مقصد اور انہی طریقوں سے، بالکل طابق النعل بالنعل، مسلمانوں نے بھی یہ کام انجام دیا تو آخر ان کے دلوں پر اسلام کی برتری کا سکہ کیسے جمتا!

---

(۵) پانچویں عملی غلطی یہ ہے کہ اس زمانہ میں چاہے کسی اور کام کے لیے مسلمان کسی قابلیت کی ضرورت سمجھتے ہوں مگر دین کے لیے سرے سے کسی قابلیت کی ضرورت نہیں سمجھتے، نہ امامت مسجد و نہ تبلیغ دین۔ ایک زمانہ تو وہ تھا جب مسجد میں امامت یا تو امیر اسلام کرتا تھا یا وہ شخص جس کو امیر اسلام اس کام پر مقرر کرے۔ یا اب یہ زمانہ ہے کہ جو شخص دنیا کا کوئی اور کام انجام دینے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو مسلمان اس کو اپنی مسجدوں کی امامت کے لیے ڈھونڈتے ہیں۔ اسی طرح ایک زمانہ تو وہ تھا جب ہر مسلمان یہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو برپا ہی اس لیے کیا ہے کہ خدا کے رسول نے دین حق جس احساس ذمہ داری، جس سرگرمی اور جس دلسوزی کے ساتھ ان کو پہنچایا ہے اسی احساس ذمہ داری اور سرگرمی اور دلسوزی کے ساتھ یہ دوسروں کو پہنچائیں، اور اسلام کا سیاسی ادارہ، اپنے تمام شعبوں اور اپنے تمام اعلیٰ کارکنوں سمیت، صرف اس فریضۂ رسالت کی ادائگی کا ایک ذریعہ تھا جو اللہ کے رسول کی طرف سے اس امت کی طرف منتقل ہوا تھا۔ یا اب یہ حال ہے کہ پوری اسلامی سوسائٹی تو اپنے تمام ذہین اور کارفرما افراد و طبقات کے ساتھ ایک نظام باطل کی خدمت میں لگی ہوئی ہے، البتہ خدا کے بعض نیک بندوں کو کبھی کبھی یہ خیال بھی ہو جایا کرتا ہے کہ تبلیغ اسلام بھی ایک نیک کام ہے اور اگر وہ سرمایہ دار ہیں تو اپنا کچھ سرمایہ الگ کرکے اور اگر سرمایہ دار نہیں ہیں تو مسلمانوں سے چندے اکٹھا کرکے کچھ تنخواہ دار ملازمین تبلیغ اسلام کے لیے مقرر کر دیتے ہیں۔ ان ملازمین میں سب سے بڑی صفت جو تلاش کی جاتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے متعلق کچھ الٹی سیدھی معلومات رکھتے ہوں اور مناظرہ اور تقریر کر سکتے ہوں

انہی جگّوں کو پُر کرنے کے لیے ہمارے بہت سے عربی مدرسوں میں مناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس چیز کی طرف وہی طلبہ رغبت کرتے ہیں جو ذہنی اعتبار سے بالعموم ناقص ہوتے ہیں اور ٹھوس علمی چیزوں سے گھبراتے ہیں۔ یہی لوگ کچھ تقریر اور مناظرہ کی مشق بہم پہنچا کر اور کچھ اِدھر اُدھر سے اسلام اور دوسرے مذاہب کے متعلق بے ربط معلومات فراہم کر کے کسی انجمن کی طرف سے تبلیغِ اسلام شروع کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ نہ اسلام سے واقف ہوتے، نہ دوسرے مذاہب سے اور نہ ان کے اندر اسلامی سیرت ہوتی۔ محض زبان کے زور سے یہ لوگ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ معلوم ہے۔

مروجہ طریقۂ تبلیغ کی بعض موٹی موٹی علمی و عملی غلطیوں کی طرف ہم نے یہ اشارہ محض اس لیے کیا ہے کہ ہمارے رفقا کو جو تبلیغ کرنی ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے جو اب تک ہندوستان میں ہوتی رہی ہے۔ ہمارے سامنے بعینہٖ وہی دعوت ہے جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے دی اور اس دعوت کو پھیلانے کا طریقہ بھی وہی ہے جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے اختیار فرمایا۔ ہم جس طرح ان کی دعوت میں کسی قسم کی تبدیلی ناجائز سمجھتے ہیں اسی طرح اس دعوت کے طریق کار میں بھی ہمارے نزدیک کسی قسم کی ترمیم ناجائز ہے۔ یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے اس وجہ سے وہ تمام خوبیاں اور برکتیں اس کے اندر موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے میں ہوتی ہیں۔ دنیا میں اس طریقہ کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے اور ہمیشہ یہ کامیاب ثابت ہوا ہے۔ اس وجہ سے ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ اگر یہ طریقہ ہم نے بھی اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس مقصد کو ہمارے ہاتھوں بلند کرے گا جس کے لیے ہم عزم کر کے اٹھے ہیں۔ اس میں مشکلیں ہیں لیکن جب آدمی یہ خیال کر کے اس طریقہ کو اختیار کرتا ہے کہ اس کو صرف انبیاؑ ہی نے اختیار کیا ہے اور کسی نے اس کو اختیار کرنے کی توفیق نہیں پائی تو اس کی ساری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ یہ صبر آزما، خشک اور بے مزہ ضرور ہے لیکن جب آدمی یہ سوچ کر اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کو اختیار کرنے والے کبھی نامراد نہیں ہوئے تو اس کی ساری خشکی اور بد مزگی حلاوت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ آئندہ ہم قرآن کی روشنی میں پوری تفصیل کے ساتھ بتائیں گے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے کس مقصد کی تبلیغ کی، کس طرح تبلیغ کی، ان کی تبلیغ میں کیا کیا مرحلے پیش آئے اور ہر مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی رہنمائی کے لیے کیا ہدایتیں نازل ہوئیں اور اس طریقہ تبلیغ سے کیا برکتیں ظہور میں آئیں۔